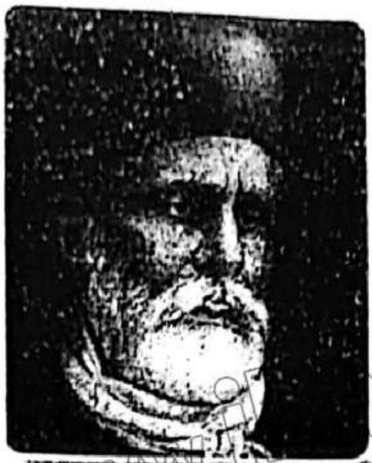

خواجہ الطاف حسین حالیؔ

(۱۸۳۷ء-۱۹۱۴ء)

خواجہ الطاف حسین نام اور حالیؔ تخلّص کرتے تھے۔ آپ پانی پت (ہریانہ، انڈیا) کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والدِ گرامی کا نام خواجہ ایزد بخش تھا جو حافظِ قرآن تھے اور ان کی قرأت کا شہرہ اس قدر تھا کہ لوگ دُور و نزدیک سے ان کی تلاوت سننے کے لیے کشاں کشاں چلے آتے اور سر دُھنتے رہ جاتے تھے۔ انھوں نے لحن داؤدی پایا تھا۔ یہی صفات مولانا حالی کی ذات میں بھی بدرجۂ اُتم موجود تھیں اور وہ بھی حافظِ قرآن تھے۔ مولانا حالی کم عمری ہی میں والدین کے سائے سے محروم ہو گئے۔ مزید علم حاصل کرنے کا شوق انھیں دہلی لے گیا جہاں معاشی طور پر مشکل حالات میں اکتسابِ علم کے ساتھ ساتھ مشاہیر کی صحبتوں، خصوصاً نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ اور مرزا غالب سے فیض حاصل کیا۔

مولانا حالی ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے زمانے کے کچھ عرصہ بعد لاہور آ گئے اور گورنمنٹ بک ڈپو میں ملازمت اختیار کر لی اور یہیں رہ کر مولانا محمد حسین آزاد کے ساتھ غزل کے بجائے نظمیں لکھنے کی بنیاد ڈالی اور اپنی چار طویل نظمیں (مثنویاں): "برکھارُت"، "نشاطِ امید"، "حُبِّ وطن" اور "مناظرۂ رحم و انصاف" انجمن پنجاب لاہور کے پلیٹ فارم سے پیش کیں۔

مولانا حالی سر سیّد تحریک سے وابستہ قوم کے بہت بڑے مصلح ہیں۔ وہ اُردو کے پہلے نقاد اور پہلے سوانح نگار تصور ہوتے ہیں۔ ان کا ذوقِ شعر اعلیٰ درجے کا تھا۔ وہ فنِ شعر اور نقدِ شعر دونوں میں صاحبِ نظر تھے۔ بلاشبہ ان کے یہاں قدیم رنگِ شاعری بھی موجود ہے جو بہت خوب ہے مگر ان کا اصل جوہر اور کمال جدید رنگِ شاعری میں ظاہر ہوا۔ ان کی نظموں کی بڑی خوبی زبان و بیان کی سادگی اور سلاست ہے۔

اُردو شاعری میں مولانا حالی کا اعلیٰ ترین کارنامہ ان کی طویل نظم "مدّ و جزرِ اسلام" ہے جو عام طور پر "مسدّسِ حالی" کے نام سے معروف ہے۔ یہ نظم اس قدر مقبول ہوئی کہ اس نے مقبولیت اور شہرت کے تمام ریکارڈ توڑ ڈالے۔ "مسدّسِ حالی" کے بارے میں سر سیّد کہا کرتے تھے: "مَیں اس (مسدّسِ حالی) کا مُحرّک ہوا ہوں اور مَیں اسے اپنے اَعمالِ حَسَنہ سے سمجھتا ہوں۔ جب خدا مجھ سے پوچھے گا کہ دنیا سے کیا لائے ہو تو مَیں کہوں گا کہ حالی سے مسدس لکھوا کر لایا ہوں اور کچھ نہیں۔"

شاملِ کتاب نظم "محنت کی برکات" مسدّسِ حالی سے مستعار اقتباس ہے اور اس نظم میں، جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے محنت سے کام کرنے والوں کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔

www.ilmkidunya.com

محنت کی برکات

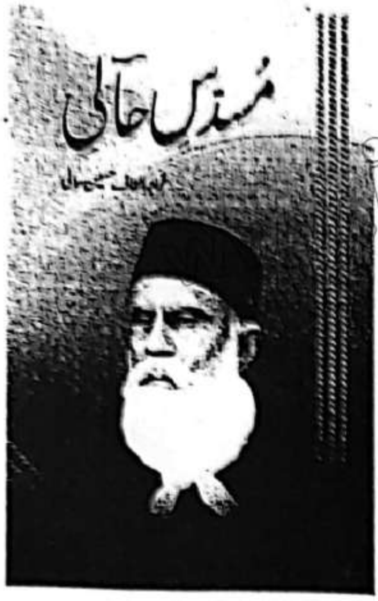

مقاصدِ تدریس:

۱۔ طلبہ کو مولانا حالی کے بارے میں بتانا کہ ان کی ذات قدیم اور جدید اُردو شاعری کا سنگم ہے۔
۲۔ طلبہ کو مولانا حالی کی قومی شاعری بالخصوص "مسدّس مدّ و جزرِ اسلام" سے آگاہ کرنا اور بتانا کہ "مسدّسِ حالی" ایک طویل نظم ہے جو بشمول ضمیمہ ۲۲۹ بندوں پر مشتمل ہے۔
۳۔ طلبہ کو مسدّسِ حالی کی تصنیف کے ضمن میں سر سیّد احمد خاں کے جذبات سے آگاہ کرنا۔
۴۔ طلبہ کو اصنافِ نظم بالخصوص قصیدہ، غزل، مرثیہ، مثنوی، رباعی، قطعہ، مخمس اور مسدّس سے متعارف کرانا۔
۵۔ طلبہ کو ذو معنی الفاظ کے بارے میں آگاہ کرنا۔

مَشقّت کی ذِلّت جنھوں نے اُٹھائی
جہاں میں ملی اُن کو آخر بڑائی
کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی
فضیلت، نہ عزّت، نہ فرماں روائی
نہال اِس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اُوپر چڑھے ہیں

بہت ہم میں اور تم میں جوہر ہیں مخفی
خبر کچھ نہ ہم کو نہ تم کو ہے جن کی
اگر جیتے جی، کچھ نہ ان کی خبر لی
تو ہو جائیں گے مِل کے مٹّی میں مٹّی
یہ جوہر ہیں ہم میں امانت خدا کی
مَبادا تلف ہو ودیعت خدا کی

نہیں سہل گر صید کا ہاتھ آنا
تو لازم ہے گھوڑوں کو سرپٹ بھگانا
نہ بیٹھو جو ہے بوجھ بھاری اُٹھانا
ذرا تیز ہانکو جو ہے دور جانا

زمانہ اگر ہم سے زور آزما ہے
تو وقت اے عزیزو! یہی زور کا ہے

بشر کو ہے لازم کہ ہمّت نہ ہارے
جہاں تک ہو کام آپ اپنے سنوارے
خدا کے سوا چھوڑ دے سب سہارے
کہ ہیں عارضی زور، کمزور سارے

اَڑے وقت تم دائیں بائیں نہ جھانکو
سدا اپنی گاڑی کو تم آپ ہانکو

تمھیں اپنی مشکل کو آساں کرو گے
تمھیں درد کا اپنے درماں کرو گے
تمھیں اپنی منزل کا ساماں کرو گے
کرو گے تمھیں کچھ اگر یاں کرو گے

چھپا دستِ ہمّت میں زورِ قضا ہے
مثل ہے کہ ہمّت کا حامی خدا ہے

(مدوجزرِ اسلام)

● ●

www.ilmkidunya.com

مشق

(۱) نظم "محنت کی برکات" کے متن کے مطابق مصرعے مکمل کریں۔

(الف) نہال اس ________ میں جتنے بڑھے ہیں

(ب) یہ جوہر ہیں ہم میں ________ خدا کی

(ج) ________ تلف ہو ودیعت خدا کی

(د) بشر کو ہے لازم کہ ________ نہ ہارے

(ہ) مثل ہے کہ ہمّت کا ________ خدا ہے

(۲) نظم "محنت کی برکات" کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) انسان کو فضیلت، عزّت اور فرماں روائی کب ملتی ہے؟

(ب) اگر مخفی جوہر کی خبر نہ لی تو کیا ہونے کا امکان ہے؟

(ج) اگر دُور کا سفر در پیش ہو تو گھڑ سوار پر کیا لازم آتا ہے؟

(د) بشر کے لیے سب سے بڑا سہارا کس کا ہے؟

(ہ) ہمّت کا حامی کون ہے؟

(۳) درج ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

خبر لینا	مٹی ہو جانا	ہاتھ آنا	زور آزمانا	ہمّت ہارنا	سامان کرنا	دائیں بائیں جھانکنا

(۴) درج ذیل الفاظ کا دُرست تلفُّظ اعراب لگا کر واضح کریں۔

مشقت	ودیعت	مبادا	تلف	ہمت	درماں

ذو معنی الفاظ

وہ الفاظ جن کے دو یا دو سے زیادہ معنی ہوں، ذُو معنی یا ذُو معنیین الفاظ کہلاتے ہیں۔ ایسے بعض الفاظ ایک معنوں میں مذکر ہوتے ہیں تو دوسرے معنوں میں مونث۔ بعض اوقات دونوں معنوں میں مذکر یا مونث۔ بہر کیف ذو معنی الفاظ کے استعمال کے ضمن میں بہت احتیاط برتنے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے کسوٹی اہلِ زبان کی گفت گو (تحریر و تقریر) ہی ہے۔ چند ایک ذُو معنی الفاظ اور اُن کے معنی درج ذیل ہیں:

الفاظ	ایک معنی	دوسرے معنی
آب	پانی	چمک دمک
اُردُو	زبان	لشکر، لشکر گاہ
اوقات	وقت کی جمع	حیثیت
بار	بوجھ	باری
باز	ایک شکاری پرندہ	دوبارہ، کھلا ہوا
بیت	گھر	شعر
تاک	تاک جھانک	انگور کی بیل
تکرار	جھگڑا	بار بار دہرانا

الفاظ	ایک معنی	دوسرے معنی
تکیہ	سرہانہ	بھروسا
طاق	محراب	ہندسہ جو دو پر تقسیم نہ ہو
ظرف	برتن	حوصلہ
عرصہ	مدت	میدان
عرض	گزارش	چوڑائی
فصل	فاصلہ	موسم
قصور	قصر کی جمع، محلات	غلطی
کان	معدنیات نکلنے کی جگہ	جسم کا حِصّہ

۵) درج ذیل ذو معنی الفاظ کے معنی لکھیں۔

جست	غریب	کل	مانگ	لہر
سنگ	کف	لگن	مالٹا	محل

اصنافِ نظم

اصنافِ نظم بہت سی ہیں جن میں سے کچھ کا بیان "حمد" میں آ چکا ہے، کچھ کی وضاحت یہاں بیان کی جاتی ہے۔

قصیدہ:

قصیدہ عربی کے لفظ "قصد" سے بنا ہے جس کے لغوی معنی "قصد (ارادہ) کرنا" کے ہیں جس سے ثابت ہے کہ یہ وہ صنفِ نظم ہے جو ارادی طور پر وجود میں آتی ہے اور شاعر ارادتاً کسی کی مدح و ستائش کرتا ہے۔ اس ضمن میں وہ بعض اوقات زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے۔ قصیدہ بہت پرانی صنفِ نظم ہے اور یہ عربی کے علاوہ فارسی میں بھی وافر ذخیرے کی صورت میں موجود ہے۔ قصیدے اور غزل کی ہئیت ایک ہی ہے۔ وہی مطلع و مقطع اور وہی آغاز سے اختتام تک ردیف اور قافیے کا اہتمام۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی زمانے میں غزل بھی قصیدے ہی کا حصہ ہوتی تھی۔ قصیدے کو عام طور پر چار حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: تشبیب، گریز، مدح اور دعا۔ اُردُو قصیدہ گوئی میں مرزا محمد رفیع سودا اور شیخ ابراہیم ذوق کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

غزل: اصنافِ نظم میں غزل اہم ترین صنفِ شاعری ہے۔ اُردو کے شعری ادب میں سب سے زیادہ سرمایہ بھی غزل ہی کا ہے۔ یہ وہ صنف نظم ہے جس میں عشق و محبت کا ذکر ہوتا ہے اور شاعر اپنے فکر و خیال کا اظہار اشارے کنایے کی زبان میں نہایت لطیف پیرائے میں کرتا ہے۔

غزل کے لغوی معنی عورتوں سے باتیں کرنا یا عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف کرنا کے ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب غزال (ملک عرب کا نہایت خوب صورت آہو) کو شکاری کتے دبوچتے گھیرتے ہوں تو اس کے منھ سے اس وقت جو دردناک چیخ نکلتی ہے، اسے غزل کہتے ہیں۔ گویا غزل میں عشق و محبت اور سوز و گداز کا نمایاں ہونا ضروری ہے۔ غزل کا دامن بہت وسیع ہے اور اب غزل میں ہر موضوع لایا جانے لگا ہے بلکہ کچھ قدر آور شاعروں مثلاً: علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خاں اور فیض احمد فیض وغیرہ نے غزل کا مفہوم ہی بدل کر رکھ دیا ہے اور غزل میں ہر قسم کے افکار و خیالات اور مشاہدات و تجربات کو پیش کیا جاتا ہے۔

مرثیہ: مرثیہ کے لغوی معنی غم و الم کے انداز میں کسی مرنے والے کا ذکرِ خیر اور اس کے اوصاف بیان کرنے کے ہیں۔ علامہ اقبالؒ کی نظم "والدہ مرحومہ کی یاد میں" شخصی مرثیہ کی مثال ہے، جس کا آخری شعر ہے:

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اُردو میں سب سے زیادہ مرثیے شہیدانِ کربلا کے لکھے گئے ہیں۔ اس حوالے سے میر انیس اور مرزا دبیر نے سب سے زیادہ شہرت پائی اور لازوال مرثیے یادگار چھوڑے۔

مثنوی: مثنوی اُردو کی ایک مقبول صنفِ نظم ہے۔ مثنوی میں ہر شعر کے دونوں مصرعے آپس میں ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں (ردیف ضروری نہیں) اور تمام شعر ایک دوسرے سے جداگانہ قافیہ اور ردیف رکھتے ہیں۔ مسلسل قافیے کی عدم پابندی کی وجہ سے اس صنف میں لمبے چوڑے تاریخی واقعات اور طویل قصّے کہانیاں سہولت کے ساتھ نظم کیے جاسکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی اور اُردو میں بعض مثنویاں بڑی طویل ہیں۔ مولانا حالی کے نزدیک مثنوی سب سے کارآمد صنفِ نظم ہے۔ ہمارے قومی شاعر علامہ اقبالؒ نے بھی اسی صنف کو سب سے زیادہ برتا ہے۔ ان کی مثنوی "ساقی نامہ" کا پہلا شعر ہے:

ہُوا خیمہ زن کاروانِ بہار
اِرم بن گیا دامنِ کوہسار

رباعی: رباعی سے مراد ایسی صنف شاعری ہے جس کے کل چار مصرعے ہوتے ہیں لیکن ان چار مصرعوں میں ایک مکمل مضمون بیان کیا جاتا ہے۔ بالعموم رباعی کا پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ رباعی میں عام طور پر صوفیانہ جذبات

www.ilmkidunya.com

و خیالات بیان کیے جاتے ہیں۔ رباعی اخلاقی شاعری کی ترجمان بھی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر میر انیس کی ایک حمدیہ رباعی ملاحظہ کیجیے:

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے
بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں، بو تیری ہے

قطعہ: اصطلاحِ شعر میں دو یا دو سے زیادہ شعروں کو، جو موضوع کے لحاظ سے ایک دوسرے سے متعلق ہوں، قطعہ کہتے ہیں۔ قطعہ دو شعروں سے کم کا نہیں ہوتا اور زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ قطعہ میں بالعموم مطلع نہیں ہوتا۔ کسی قصیدے یا غزل کے مسلسل بیانیہ اشعار کو بھی قطعہ کہتے ہیں۔ زمانۂ حال کے معروف شاعر پروفیسر انور مسعود کا ایک قطعہ ہے:

جو چوٹ بھی لگی ہے وہ پہلی سے بڑھ کے تھی
ہر ضربِ کرب ناک پہ مَیں تلملا اٹھا
پانی، سوئی گیس کا، بجلی کا، فون کا
بِل اتنے بِل گئے ہیں کہ مَیں بلبلا اُٹھا

مخمس: اصطلاح میں مخمس ایسی نظم کو کہتے ہیں جس کا ہر بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہو۔ اس صنف کو بہت سے شاعروں نے برتا ہے۔ نظیر اکبر آبادی کی نظمیں: "برسات کی بہاریں"، "آدمی نامہ" اور "مُفلسی" وغیرہ مخمس کی عمدہ مثالیں ہیں۔ "برسات کی بہاریں" کا ایک بند ہے:

ہیں اس ہوا میں کیا کیا برسات کی بہاریں
سبزوں کی لہلہاہٹ، باغات کی بہاریں
بوندوں کی جھَم جھماوٹ، قطرات کی بہاریں
ہر بات کے تماشے، ہر گھات کی بہاریں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

مُسدّس: اصطلاحِ شعر میں مُسدّس سے مراد ایسی نظم ہے جس کا ہر بند چھے مصرعوں پر مشتمل ہو۔ اس صنف کے پہلے چار مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں جب کہ پانچواں اور چھٹا مصرع الگ قافیے کے حامل ہوتے ہیں۔ اُردو کے تمام بڑے بڑے شاعروں نے اس صنف کو برتا ہے۔ علامہ اقبالؒ کی معروف نظمیں: "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" اسی ہیئت میں ہیں اور مولانا حالی کی معروف نظم "مُسدّس مدّ و جزرِ اسلام" جس کا اقتباس شاملِ کتاب ہے، اسی ہیئت میں ہے۔

(۶) شاملِ کتاب نظم "محنت کی برکات" صنف کے اعتبار سے کیا کہلائے گی؟
(۷) نظم "محنت کی برکات" کا مرکزی خیال لکھیں جو تین چار سطروں سے زیادہ نہ ہو۔
(۸) درج ذیل پیراگراف توجہ سے پڑھیں اور آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

جانوروں کا تحفظ ہمارے ماحولیاتی نظام کی بقا اور تنوع کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ زمین پر موجود ہر جانور کا قدرتی ماحول اور ماحولیاتی توازن میں ایک مخصوص کردار ہوتا ہے، اور اگر کسی نوع کی تعداد کم ہو جائے یا وہ معدوم ہو جائے تو اس کے اثرات پورے نظام پر پڑ سکتے ہیں۔ انسانی سرگرمیوں جیسا کہ جنگلات کی کٹائی، غیر قانونی شکار اور ماحولیاتی آلودگی نے بہت سے جانوروں کی نسلوں کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ جانوروں کے تحفظ کے اقدامات کے ذریعے ہم نہ صرف ان انواع کو بچا سکتے ہیں بلکہ مستقبل کی نسلوں کے لیے ایک متوازن اور پائیدار ماحول بھی فراہم کر سکتے ہیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم قدرت کے ان قیمتی اثاثوں کی حفاظت کریں اور ان کے لیے محفوظ مقامات اور قوانین کو مضبوط بنائیں تا کہ وہ قدرتی ماحول میں آزادانہ زندگی گزار سکیں۔

سوالات: (الف) جانوروں کا تحفظ ہمارے ماحول کے لیے کیوں ضروری ہے؟
(ب) وہ کون سی انسانی سرگرمیاں ہیں، جو جانوروں کو خطرے سے دوچار کر سکتی ہیں؟
(ج) جانوروں کی نایاب انواع و اقسام کو کس طرح بچایا جا سکتا ہے؟
(د) عبارت کا موزوں عنوان تجویز کریں۔

سرگرمی:

- طلبہ کسی ذریعے سے "مُسدّسِ مدّ و جزرِ اسلام" حاصل کریں اور اس طویل نظم میں سے شاملِ کتاب پانچ بند تلاش کریں اور اس موضوع پر دو بند مزید شامل کر کے انھیں ٹیوٹوریل گروپ میں پیش کریں۔

اشاراتِ تدریس

۱۔ اساتذہ کسی ذریعے سے "کلیاتِ حالیؔ" حاصل کریں اور اس میں مولانا کی دو نظموں "حُبِّ وطن" اور "برکھا رُت" کے ابتدائی اشعار طلبہ کو سنائیں تا کہ مولانا حالیؔ کا اسلوبِ بیان ان کے ذہن نشین ہو۔
۲۔ اساتذہ طلبہ سے مُسدّسِ حالیؔ کا کوئی ایک بند زبانی سنیں۔ اگر وہ نہ سنا سکیں تو انھیں مُسدّسِ حالیؔ کا وہ بند سنائیں جس کا پہلا مصرع ہے: "وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا" اور طلبہ سے اس بند کے مصرعوں کی تعداد پوچھنے کے بعد اس بند کے قافیے اور ردیف کے بارے میں بھی پوچھیں۔

www.ilmkidunya.com